پندرہ روزہ **ترجمان** دہلی

جلد ۲۹ ۱۵ جنوری ۱۹۸۱ء شمارہ ۲

اسلامی دُنیا کا خلفشار

سب کی نظریں اسلامی کانفرنس پر لگی ہوئی ہیں

اسلامی دنیا اس وقت عجیب خلفشار میں مبتلا ہے جتنا زیادہ اسے ایک مرکز پر لانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی زیادہ اس میں انتشار پیدا ہوا۔ عرب لیگ کا دائرہ عمل چونکہ صرف عرب ممالک تک محدود تھا، اس لئے اسلامی کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ تاکہ اس نئے ادارہ میں تمام اسلامی ممالک کا احاطہ کیا جا سکے۔ چونکہ اسلامی دنیا کی اس بات پر بڑی خوشی کی گئی تھی کہ پہلے سے بھی زیادہ اسلامی ملک ایک مرکز پر جمع ہو گئے۔ اب وہ اپنے تمام مسائل کو ایک جگہ پیش کر کے جدید ترقیات میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں گے لیکن اخوت، اتحاد و اسلامی کا خواب پورا نہ ہو سکا۔ اور جس طرح عرب لیگ تمام عرب ملکوں کے اتحاد کو مستحکم کرنے میں ناکام رہی اسی طرح اسلامی کانفرنس کو بھی اتحاد و اسلامی کے مشن میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

دراصل سامراجی قوتیں نہیں چاہتیں کہ عرب ممالک یا اسلامی ممالک کسی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوں۔ اس معاملہ میں امریکہ ہو یا روس ہو۔ سب ایک ہیں۔ ان دونوں طاقتوں نے گذشتہ تین چار دہائیوں میں دنیا کی بڑی طاقتیں بن گئی ہیں۔ تمام ممالک کو اپنے اپنے حلقہ اثر میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اور وہ ان سب کو اپنے اشاروں پر نچا رہی ہیں۔ سب سے پہلے امریکہ نے مصر کو اپنے دام فریب میں پھانسا اور اس کے اور اسرائیل کے درمیان کیمپ ڈیوڈ سمجھوتہ کرا کر مصر کا نام نہاد امن سمجھوتہ کرا کر سے۔ باقی عرب ممالک سے کاٹ دیا تھی جب باقی عرب ممالک بھی دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور اب سامراجی ممالک نے دو اسلامی ملکوں کو آپس میں لڑا دیا عراق اور ایران اس وقت ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں تین ماہ گذر جانے کے باوجود جنگ ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آرہے ہیں۔ ایران

نے انتہائی سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ اور وہ اس وقت تک عراق سے بات چیت کرنے کے لئے تیار نہیں جب تک کہ تمام عراقی فوجیں اس کی سرزمین سے نکال نہ دی جائیں اس بات پر زور ہے کہ عراق نے تنازعات کو طے کرنے کے لئے جنگ کی راہ کیوں اختیار کی، بات چیت کے ذریعہ معاملات کیوں طے نہ کئے۔ عراق کی دلیل یہ ہے کہ بات چیت کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں اور اسے مجبوراً جنگ شروع کرنی پڑی۔ جو بھی ہو اس وقت دونوں کے درمیان اس حد تک کشیدگی ہے کہ ایران کسی تیسرے ملک میں بھی عراق کے ساتھ ایک میز پر بیٹھنے کے لئے تیار نہیں ہے

اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی کانفرنس جو جنوری ماہ کی ۲۳ تاریخ کو سعودی عرب میں ہو رہی ہے۔ اگر عراق کو شریک کیا گیا تو وہ اس کا بائیکاٹ کرے گا۔ اس سے صورت حال اور پیچیدہ ہو گئی ہے اور اس امر کے امکانات کم ہو گئے ہیں کہ اسلامی ممالک دونوں متحارب فریقوں میں صلح صفائی کرا سکیں گے لیکن ملیشیا کے وزیر خارجہ تنکو احمد نے جو بیان دیا ہے کہ وہ عراق ایران کو بات چیت کے لئے ایک میز پر جمع کرنے میں اپنے اثرات کو کام میں لائیں گے۔ اور ملیشیا دوسرے اسلامی ملکوں کے ساتھ جنگ بند کرانے کیلئے کام کرے گا۔

کچھ امید بندھی ہے کہ شاید اسلامی کانفرنس جنگ بندی کے سلسلہ میں کوئی ٹھوس قدم اٹھا سکے، اپنی پچھلی ناکامی کے پیش نظر اسلامی کانفرنس کو بلاشبہ بڑے محتاط طریقہ پر قدم اٹھانا پڑے گا۔ تاہم یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ اسلامی ممالک اپنی کوششوں میں کامیاب نہ ہوں۔ پوری اسلامی دنیا کی نظریں اس وقت اسلامی کانفرنس کی طرف لگی ہوئی ہیں۔

اس سلسلہ میں پاکستان کے صدر ضیاء الحق

ہائے وفات المناک جناب مولینا عبد الصمد صاحب سوہی مرحوم

آہ بھائی مولوی عبد الاحد
تھے سلف کے یہ نمونے واقعی
مرتے اتنا ذرے کی آپ کی
تیرہ تھی شعبان کی تاریخ بھی
یوم پنجشنبہ بوقت بعد عصر
اب احد سے جا ملے عبد الاحد
زندگی کا عرصہ بھی کیا عرصہ ہے
چار دہ سو تیرہ ہے اس کی جیبوی
سنہ ۱۴۰۰ھ

دار فانی سے گئے دار الابد
عمر بھر کرتے رہے دیں کی مدد
تیرہ سو نو سن ہے ہجری از مہد
یوم پیدائش کا جانو یہ عجب
ماہ اول از جمادی وسن ولد
ہوئے یہ راضی ان سے اللہ صمد
ہے عبد سے الاحد عبد کب
اللہ بھی انہیں سو سے نو عدد
۱۹۸۰ء

از سرلت ہوئی تاریخ شاد
مغفرت کر نور سے معمور ہے لحد

ھن لحیؒ وانا عبدہ ابو العارف اشاد والا غفلی غفر اللہ ولوالدیہ وہ ابو الفضل احمد شبیر ربانہ جبلی)

کے چند اسلامی ملکوں کے مندوبین کو بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ یقیناً وہ عراق ایران کی جنگ کے بارے میں بھی بات چیت کریں گے۔

عراق ایران کی جنگ کے علاوہ ایک اہم مسئلہ افغانستان کا بھی ہے۔ جو یقینی طور پر اسلامی کانفرنس میں زیر بحث آئے گا۔ جہاں تک افغانستان میں روسی مداخلت کا سوال ہے۔ یہ ایک وسیع تر مسئلہ ہے۔ جس پر کسی بین الاقوامی ادارہ میں ہی صحیح طریقہ پر بحث ہو سکتا ہے۔ اسلامی کانفرنس تو صرف افغانستان اور پاکستان کے درمیان پیدا شدہ کشیدگی پر غور کرے گی۔ اس وقت جو نئے حالات پیدا ہوئے ہیں۔ اور پاکستان اور ایران کے ساتھ افغانستان کی بات چیت کے جو امکانات پیدا ہوئے ہیں۔ ان سے اسلامی کانفرنس کو حالات کو طے کرانے میں مدد ملے گی۔

افغانستان اور پاکستان دونوں نے اقوام متحدہ کی وساطت سے گفتگو کرنے پر آمادگی ظاہر کی ہے۔

ہندوستان کو بھی اس علاقہ سے دلچسپی ہے اس لئے کہ اگر افغانستان اور پاکستان کے درمیان کشیدگی باقی رہتی ہے اور کشیدگی کسی وقت جنگ میں بدل جاتی ہے تو اس سے ہندوستان کی سرحدیں بھی متاثر ہو سکتی ہیں اس لئے ہندوستان اعلیٰ سطح پر متعلقہ ممالک کے ساتھ رابطہ قائم رکھے ہوئے ہے اور وہ اس بات کے حق میں ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان صلح صفائی ہو جائے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اسلامی کانفرنس اپنے اجلاس میں کیا فیصلے لیتی ہے۔ اور کس طرح ان مسائل کا حل نکالتی ہے۔ جس نے اس وقت ایشیا کے امن کو خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اگر ان ملکوں نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور یہ

بات سمجھ لی کہ سامراجی قوتوں کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ اسلامی ملکوں کو ایک مرکز پر جمع کر کوئی مضبوط طاقت نہ بننے دیں۔ تو انہیں معاملات کو سمجھنے اور طے کرنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔

ہم یہاں ہندوستان میں صرف توقع ہی کر سکتے ہیں کہ اسلامی ممالک اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں گے اور قبل اس کے کہ حالات اور زیادہ بگڑیں، وہ موجودہ مسائل کو اپنے سیاسی تدبر سے کام لے کر نہ صرف عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کو جنگ سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ ایک ایسے وقت جبکہ صیہونی طاقتیں قبلہ اول پر مستقل قبضہ رکھنے کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ مل کر ان طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ ان کے منتشر وسائل اور ان کی منتشر طاقتوں سے کسی اور کو نہیں صرف سامراجیوں اور صیہونیوں کو فائدہ پہنچے گا۔

(سلیمان صابر)

طلاق کا حق

نائب صدر جمہوریہ جناب محمد ہدایت اللہ نے اسلامی مطالعہ سے متعلق انڈین انسٹی ٹیوٹ کے سالانہ جلسہ کی رسم اجراء انجام دیتے ہوئے عورتوں کے جذبات کو مجروح کئے بغیر مسلم پرسنل لا میں تبدیلی کے طریقہ کار کی تلاش کرنے پر زور دیا ہے۔ انھوں نے جو کچھ فرمایا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ خاص طور سے تعداد ازدواج کا تعلق ہے۔ یہ مسئلہ تفصیلی بحث کا محتاج ہے۔ فی الوقت اتنا کہا جا سکتا ہے کہ تعدد ازدواج کی ہدایت نہیں کی گئی۔ بلکہ بعض شرائط کے ساتھ اس کی محض اجازت دی گئی ہے۔ تاکہ لا محدود حرام کاری کو روکا جا سکے۔ اب اگر اس رعایت سے لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں تو اس میں اسلامی شریعت کا کیا قصور

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

بین الاقوامی مجلس مذاکرہ

اسلامی ثقافت اور اسلامی تہذیب کا مرکز

تبارک اسم ربک ذی الجلال والاکرام
اس طرح قرآن حکیم نے نظر فی الآفاق و فی الانفس کو ملحوظ رکھا ہے۔ [illegible] توحید کا مسلک ہے۔ [illegible] سورۃ حم سجدہ کی یہ آیت ہے:

سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شیء شہید۔ الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الا انہ بکل شیء محیط (۴۱: ۵۳-۵۴)

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ان کے انفس میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر منکشف ہو جائے کہ خدا ہی حق ہے۔ کیا تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا خدا ہر چیز کا شاہد حال ہے۔

سنو یہ لوگ تو اپنے رب ہی سے ملنے میں شک میں ہیں۔ مگر وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

خدا کی نشانیاں آفاق میں بھی ہیں اور خود انسان کے نفس میں بھی۔ ان نشانیوں پر غور کرنے سے [illegible] یہ کھل جاتا ہے کہ خدا ہی حق ہے۔ اور اس کائنات کے [illegible] کوئی [illegible] نہیں ہے۔ اور اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر چیز پر محیط ہے۔

تفکر فی الآفاق کو مطالعہ آفاق کہتے ہیں اور تفکر فی الانفس کو مراقبہ۔ اس تفکر و مراقبہ سے توحید حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ ایمان کامل حاصل ہوتا ہے کہ خدا ہی حق ہے۔ اور لاریب حق ہی ہر شے پر محیط ہے۔ اس ایمان کامل پر استقامت سے دوام حضور حاصل ہوتا ہے اور دوام حضور کی استقامت سے دوام حضور حاصل ہوتا ہے اور دوام حضور کی استقامت سے دوام شہود۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ افضل الطاعات مراقبۃ الحق علی دوام الاوقات یعنی بہترین طاعت یا عبادت مراقبہ حق ہے دوام کے ساتھ۔ (ابن عطاء اسکندری)

اسلامی تہذیب کی زمین قلب انسانی ہے جسے کفر و شرک اور نفاق کے خس و خاشاک سے اس کو یقین کی کھاد دے کر پاک و صاف کیا جاتا ہے۔ اور شجر طیب توحید و ربوبیت کا تخم اس میں بویا جاتا ہے۔ اور عبادت، ذکر و فکر سے اس کی آبیاری کی جاتی ہے جب اس طریقہ سے اس تخم کی پرورش کی جاتی ہے تو یہ پاک درخت اپنی جڑیں مضبوط کرتا ہے۔ اس کی شاخیں آسمان تک پہنچتی ہیں اور ہر وقت اس میں پھل لگتے ہیں۔ اب ہم ان پھلوں میں سے چند کا بیان کریں گے۔

(۱) حریت

مخلوق کا احتیاج انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ اس احتیاج کو رفع کرنے کے لئے وہ ہر نفع و ضرر پہنچانے والی چیز کو اپنا آلہ قرار دیتا رہا ہے۔ اس احتیاج کے تحت ان سے اعانت طلب کرتا رہا ہے۔ ان سے ذل و افتقار کی نسبت قائم کرتا رہا ہے۔ اپنی جہل و نادانی کی وجہ سے ان کو مستقل طور پر نفع و ضرر کا مالک گمان کرتا رہا ہے۔ اور یہی وجہ ان کو اپنے سے کمتر مخلوق کے آگے سجدہ ریز کرنے پر مجبور کرتا رہا ہے۔

جب توحید الوہیت کے شجر طیب نے زمین قلب میں اپنی جڑیں مضبوط کیں اور اس کی شاخیں بلند کیں تو پہلا ثمرہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان کی گردن صرف ایک ہمہ خبیر و ہمہ دان و ہمہ توان ہستی کے آگے جھکنے لگتی ہے۔ جس کے دست قدرت میں جملہ کائنات کی باگ ہے۔ یہی ہستی ہماری اللہ ہے۔ ہمارا خالق ہے۔ مالک ہے۔ ہمارا رب ہے۔ مولا ہے۔ حاکم ہے۔ اسی کے ہم مخلوق ہیں، مربوب ہیں، مملوک ہیں، محکوم ہیں، عبد ہیں۔ اسی کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اسی سے ہم محبت کرتے ہیں اور اسی سے تمام حاجات و مرادات میں مدد چاہتے ہیں۔ یہی ذات غنی ہے۔ اور ہم سب اسی کے فقیر ہیں۔ اسی کے فقیر ہو کر ہم سارے عالم سے غنی ہیں۔ ع

[illegible]

ایسا عبد اللہ خلق کی غلامی سے کامل طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ "دنیا" سے رہا ہو جاتا ہے۔ موجودات عالم میں سے وہ کسی چیز سے نہیں ڈرتا — فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مؤمنین (۳: ۱۷۵) پر اس کا عمل ہو جاتا ہے۔ وہ کسی سے امید رکھتا ہے نہ کسی سے [illegible] الیس اللہ بکاف عبدہ (۳۹: ۳۶) اس کو ساری کائنات سے مستغنی کر دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نافع ہے نہ ضار ہے

از خدا خواہیم [illegible]
[illegible]

(۲) سکینت یا جمعیت قلب

حریت کا لازمی نتیجہ سکینت یا جمعیت دل ہے جو عبادت ہے۔ [illegible] اس کی ضد پریشانی اور آشفتگی قلب ہے۔ جمعیت ظاہر و باطن جو اعمال کو شریعت حقہ کے مطابق آراستہ و پیراستہ کرنے کا نام ہے، یا تہذیب اخلاق ہے۔ جمعیت جمع اسباب کا نام نہیں ہے اور نہ پریشانی عدم اسباب کا نام جیسا جہلا کا خیال ہے۔ اس کی جہلا کے مال کی [illegible] غیر حق تعالیٰ نے دو ہے۔ تحسبہم جمیعا وقلوبہم شتی (۵۹: ۱۴) تم ان کو متفق خیال کرتے ہو کہ یکجہتی اور ایک دل ہیں مگر ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔ سکینت جمعیت قلب ثمرہ ہے توحید کا۔ یہ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب قلب کا قبلہ توجہ حق کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ اس سے غنا پیدا ہوتی ہے جو حق سے نیاز کامل حاصل ہو جانے کی وجہ سے خلق سے بے نیازی کا نتیجہ ہے۔ ایسی حالت میں انسان بقول بوعلی سینا "ہشاش و بشاش و بسام" شاداں و فرحاں و مبتسم رہتا ہے۔ اور شادمانی [illegible] سے وہ فرحاں و لاحق ہوتا ہے۔ یعنی اس کی فرحت یا خوشی کا سبب حق تعالیٰ ہوتے ہیں۔ اس کا دل دنیا و آخرت کی تمام محنتوں سے رہا ہو کر تمام احوال و مشاہدات سے یکسو ہو کر خواہ [illegible] ہر کشش و تعلق ذاتی کے لحاظ سے وحدت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ وتبتل الیہ تبتیلا (۷۳: ۸) کا مصداق۔

(۳) جذبۂ عمل

[illegible] جب قرون [illegible] حریت یا آزادی اور سکینت و طمانیت قلب مع اللہ کا جذبہ جب قلب میں پیدا ہو گیا تو سب غیر اللہ کا جوا جب اس کے سینے سے اتر گیا، اور انسان اپنے حقیقی مولا کے آگے جھک گیا اور اسی سے مانوس ہو گیا تو وہ اپنے مولا کو کریم رحیم و حکیم اور ودود و رحیم پاتا ہے اور اس کو اپنے بارہ میں تصرف کرتے ہوئے دیکھتا ہے اور ان کے ہر عمل کو حکمت سے معمور دیکھتا ہے۔ انہیں کے حکم کے مطابق ان کو اپنے امور میں وکیل بناتا ہے فاتخذہ وکیلا (۷۳: ۹) ان کا فرمان ہے وکفی باللہ وکیلا (۴: ۸۱) پھر وہ آزادی و اطمینان کے ساتھ مصروف عمل ہو جاتا ہے۔

عمل کا لازمی جذبہ اس کے قلب میں پیدا ہو جاتا ہے اس کی زندگی سراپا حرکت و عمل ہو جاتی ہے تنگی و تلخی سے وہ نہیں گھبراتا۔ دنیا کے عمل [illegible] بے باک مجاہد کی طرح کائنات کی تسخیر کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ کامیابی ہر قدم پر اس کے پیر چومتی ہے۔ اور سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض (۴۵: ۱۳) کی بشارت اس کے لئے [illegible] روح اس کے اندر پھونک دیتا ہے۔ خود غرضی، انانیت، نفسانیت، ہوا و تمنا سے اس کا قلب فارغ ہو جاتا ہے۔ اور [illegible] (الاعلی ۸۷: ۲) کو ہر آن پیش نظر رکھ کر اس کا ہر قدم آگے ہی کی طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اور اسی جذبے کے تحت وہ دنیا کو نجات کا راستہ بتاتا ہے اور اسی کو اتحاد وحدت و مساوات، امن و فلاح، محبت و آشتی کا پیغام پہنچاتا ہے۔

اس مجاہد کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں جس کا مقصد و عزم غریت پر ہوتا ہے۔ اس کی کمر استقلال مستحکم و مضبوط ہوتی ہے۔ غم و ملال اس کے دل کو توڑ نہیں سکتا۔ آفات و بلیات کے نزول پر وہ خوش ہوتا ہے، جانتا ہے کہ ع

ہرچہ از دوست می رسد نیکو است

صدمے اور مصیبتیں اس کی ہمت مردانہ میں کسی قسم کی کمزوری نہیں پیدا کر سکتیں۔ جانتا ہے کہ افضل الایمان الصبر والسماحۃ بہترین ایمان صبر و سخاوت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ علو ہمت کو پسند فرماتا ہے۔ ان اللہ یحب معالی الہمم

ایسا مجاہد اس تاریک دنیا میں روشنی کا ایک مینار ہوتا ہے۔ جہاں وہ جاتا ہے تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں وہ طمانیت، راحت و سکون قلب کا ایک روشن مینار ہوتا ہے۔ اس کی صحبت ڈرے ہوئے دلوں کو سکینت بخشتی ہے۔ لوگوں کو اس سے بقول رومی "بوئے خدا" آتی ہے وہ دنیا کے لئے رحمت ہوتا ہے۔

۲۔ توحید کے ثمرات معاشرے کے لئے

توحید کے یہ ثمرات تو فرد کے لئے ہیں۔ اب معاشرے کے لئے جو برکات حاصل ہوتی ہیں ان پر غور کریں۔

توحید یا ایمان باللہ کی تخلیق ہے۔ اس کا لزوم کی توحیدوں کی جا سکتی ہے: توحید الوہیت کی تفصیل میں تم نے یہ دیکھا کہ موحد کی توجہ کا قبلہ حق تعالیٰ ہو جاتے ہیں۔ وہ انہیں اپنا [illegible] کر اپنی تمام مرادوں اور حاجتوں کو ان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ رب بھی اس کی امیدوں اور حاجات کا مداوا بن جاتے ہیں۔ ان ہی سے وہ محبت کرنے لگتا ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے مومن کو حق تعالیٰ سے شدید محبت کرنے والا قرار دیا ہے: والذین آمنوا اشد حبا للہ (۲: ۱۶۵)

محب کے دل میں محبوب کی محبت کے سوا دنیا و آخرت کی محبت باقی نہیں رہتی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دل میں دو محبتیں جمع ہوں ع

یک خانہ و دو میہمان نگنجد

ہاں وہ وسائل وصول محبوب کو عزیز و دوست رکھتا ہے یہی مفہوم ہے اس حکم کا: قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (۳: ۳۱)

اسی لئے حب خدا کی علامت حب رسول اور ہر اس شی کی محبت ہے جو اللہ اور رسول کی طرف منسوب ہو۔ دیکھو مجنوں نے کیا کہا تھا ع

[illegible]

(باقی صفحہ [illegible] پر)

سیرت کا ایک صفحہ

از مولانا وحید الدین خاں — قسط دوم

اس کے قبیلہ والوں کو فکر ہوئی کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔ اسامہ بن زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریبی لوگوں میں تھے۔ چنانچہ لوگوں نے اسامہ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرو کہ ہماری عورت کو چھوڑ دیا جائے۔ حضرت اسامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فاطمہ مخزومی کی معافی کی درخواست کی۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ اتشفع فی حد من حدود اللہ۔ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو جمع کیا اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میری لڑکی فاطمہ چوری کرتی تو یقیناً میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ والذی نفس محمد بیدہ لو ان فاطمۃ بنت محمد سرقت لقطعت یدھا۔ چنانچہ اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ اس کے بعد وہ تائب ہو کر ایک صالح خاتون بن گئی (بخاری و مسلم)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد دشمنوں کو انتہائی فراخ دلی کے ساتھ معاف کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں کئے جانے والے جرم اور جنگی حالات میں کئے جانے والے جرم میں فرق ہے۔ عام حالات میں کوئی شخص جرم کرے تو اس کا جرم معاف نہیں کیا جا سکتا۔ مگر جنگ و مقابلہ کے دوران دشمن گروہ کے افراد جو جرائم کرتے ہیں وہ اس وقت معاف کر دئے جاتے ہیں جب کہ وہ گروہ اطاعت قبول کر کے صلح کا طالب ہو۔ جنگی حالات میں گویا ہر جرم صلح پر ختم ہوتا ہے۔ مکی حالات میں کیا ہی جرم اسلام دشمنی کرنے والے لوگ وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف بدترین قسم کے وحشیانہ جرائم کئے تھے۔ وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم۔ وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین (انفال ۶۱-۶۲) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے اور اگر وہ تم کو دھوکا دینا چاہیں گے تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ وہی ہے جس نے اپنی نصرت سے اور مومنین کے ذریعہ تم کو قوت دی۔

عمل کا آخری معیار کردار ہے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی ایک روایت مسند احمد میں نقل ہوئی ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت میں لے جائے۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو آزاد کرو، دودھ والی اونٹنی دوسرے کو دودھ پینے کے لئے دو، قطع تعلق کرنے والے سے تعلق جوڑو، بھوکے کو کھانا کھلاؤ، پیاسے کو پانی پلاؤ، لوگوں کو بھلی بات بتاؤ اور بری بات سے روکو۔ آخر میں آپ نے فرمایا: فان لم تطق ذلک فکف لسانک الا من خیر (مسند احمد) یعنی اگر تم یہ نہ کر سکو تو اپنی زبان کو روکو اور خیر کے سوا اس سے کچھ نہ نکالو۔

دوسرے کی پردہ پوشی اپنی پردہ پوشی ہے

حضرت ابو ایوب انصاری نے ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی مگر ان کو اس حدیث کے الفاظ کے بارے میں کچھ شک ہوا۔ اس کے سننے میں عقبہ بن عامر بھی شریک تھے جو مصر جا چکے تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری نے اونٹ لیا اور مدینہ سے مصر کے لئے روانہ ہوئے۔ عقبہ بن عامر کے مکان پر پہنچ کر ان سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث بیان کرو جو تم نے مسلمانوں کی پردہ پوشی کے بارے میں سنی تھی۔ اس حدیث کے سننے والوں میں اب تیرے اور میرے سوا کوئی باقی نہیں ہے۔ انہوں نے وہ حدیث ان کے سامنے دہرائی۔ حدیث یہ تھی: جو شخص دنیا میں کسی مومن کی رسوائی کی بات چھپا کر اس کی پردہ پوشی کرے گا، خدا قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ من ستر مومنا فی الدنیا علی خزیۃ سترہ اللہ یوم القیامۃ (الادب المفرد)

جھوٹ بولنے والا منافق ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا گیا، کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی شخص ایک جھوٹ بات کہتا تھا تو اس کی وجہ سے وہ منافق ہو جاتا تھا۔ اور آج میں سنتا ہوں کہ تم میں سے ایک شخص اس طرح کی جھوٹ بات ہر مجلس میں دس بار کہتا ہے۔ ان کان الرجل لیتکلم بالکلمۃ علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیصیر بھا منافقا وانی لاسمعھا من احدکم فی المقعد الواحد عشر مرات (ترغیب، الکذب)

توجیہ کے فرق سے بات بدل جاتی ہے

ایک صحابی دعا کر رہے تھے۔ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے: اللھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا (اے اللہ مجھ پر رحم کر اور محمد پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر)۔ ایک شخص صحابی پر الزام لگانا چاہے تو کہہ سکتا ہے کہ رسول کے اصحاب ایک دوسرے سے بغض و حسد رکھتے تھے۔ ان کو یہ پسند نہ تھا کہ ان کے سوا کسی اور کو خیر پہنچے۔ مگر مولانا شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا: صحابہ حسد اور بغض سے پاک تھے۔ ان کا یہ کلام غلبہ محبت کے سبب سے تھا نہ کہ حسد کے سبب سے۔

زبان پر قابو رکھیے

قال ابو الحسن البلخی عن سہل بن عبداللہ التستری رحمہ اللہ تعالیٰ: ما احدث احد فی العلم شیئا الا سئل عنہ یوم القیامۃ فان وافق السنۃ سلم والا فھو العطب (جامع بیان العلم وفضلہ، جزء ثانی صفحہ ۱۰) عبداللہ تستری نے کہا: علم دین میں جو شخص کوئی نئی بات کہے گا تو قیامت میں اس کی بابت سوال ہوگا۔ اگر وہ سنت کے مطابق ہو تو وہ بچ جائے گا ورنہ اس کے لئے ہلاکت ہے۔

زیادہ بولنا علم کی علامت نہیں

قال الھیثم بن جمیل قال سمعت ابن عیینۃ یقول: اجسر الناس علی الفتیا اقلھم علما (جامع بیان العلم وفضلہ، جزء ثانی صفحہ ۱۶۳) ابن عیینہ تابعی نے کہا: فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ جری وہ لوگ ہوتے ہیں جو علم میں سب سے کم ہوں۔

جھوٹا الزام سب سے زیادہ سنگین جرم ہے

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا: آسمان سے زیادہ بھاری کیا چیز ہے۔ فرمایا کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگانا۔

بڑا وہ ہے جو اپنی زبان پر قابو رکھے

عن اسماء بنت یزید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الا انبئکم بشرارکم؟ قالوا بلی یا رسول اللہ۔ قال: المشاؤون بالنمیمۃ المفسدون بین الاحبۃ الباغون للبرآء العیب (ادب مفرد)

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں بتا دوں کہ تم میں برے لوگ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں اے خدا کے رسول۔ فرمایا وہ لوگ جو چغلی کرتے پھرتے ہیں اور دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں میں عیب چاہنے والے۔

کم بولنا اخلاص کی علامت ہے

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے بہتر لوگ نہیں دیکھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے جو سب کے سب قرآن میں موجود ہیں۔ ما رایت قوما کانوا خیرا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما سالوہ الا عن ثلاث عشرۃ مسئلۃ حتی قبض کلھن فی القرآن۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا: صحابہ صرف وہی بات پوچھتے تھے جو ان کے لئے نفع کی بات ہو۔ ما کانوا یسالون الا عما ینفعھم۔

تنقید و تقلید

مصنفہ شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری صفحات ۶۰ قیمت مع محصول ڈاک
تین روپے — ۳/

حکایات مولفہ جناب مولانا محمد [illegible] جوناگڑھی

زبان محمدی	قیمت ایک روپیہ ۱/-
تحفۂ محمدی	" ۱/-
در محمدی	پچاس پیسے
انعام محمدی	"
تحفۂ محمدی	قیمت صرف ۲۰ پیسے
برات محمدی	" ۲۰ پیسے

نوٹ: مذکورہ بالا صفحات ... بچوں کے لئے نہایت آسان قاعدہ ہے آپ اپنے مدارس میں رائج کیجئے۔ ... پچیس روپے فی سینکڑہ

پتہ: مکتبہ ترجمان، دہلی

رقومات بھیجنے کا پتہ: مکتبہ ترجمان، پریس اسٹریٹ دہلی

گزشتہ سے پیوستہ

(قسط نمبر ۲)

علمائے اُمت کی ذمہ داریاں

دور ہے فکر و ذہن اور زبان و قلم کی بھرپور صلاحیتیں اس مقصد کے لیے کھپا دیتے ہیں کہ ایک ایسا صالح معاشرہ اور ایسی سوسائٹی وجود میں آئے جس کے ذریعہ اسلام کی حقیقی عظمت و شوکت قائم ہو اور دین کامل کا اقتدار بلند کیا جا سکے۔ علمائے دین کا یہ فرض منصبی ہے کہ وہ اپنی اصلاحی کوششوں سے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت کو صالح اور درست خطوط پر چلائیں۔ ان کی اخلاقی، مذہبی اور تہذیبی تصورات کو اسلامی نظریۂ حیات کی روشنی میں مرتب و مہذب کرنا ان کی اہم ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے اخلاص و ایثار کا ایک ایک قطرہ اس مقصد کے لیے نچوڑ دیں کہ شجر ملت از سر نو سرسبز و شاداب ہو کر انسانی بستی کی سرزمین سے لہلہا اٹھے۔ ایک بیدار قوم اخلاقی اصولوں کے پاکیزہ سرچشمے سے سیراب ہو کر قوت کا مظہر بن جائے۔ وہ حال میں مستقبل کی جھلک دیکھ کر قوم کو خطرات سے آگاہ کرتے ہیں۔ یہ سلف صالحین اپنے قول و عمل کو علم اور تقویٰ و احتیاط کے ترازو میں تول تول کر رکھتے ہیں۔ وہ قول سدید کے عادی ہوتے ہیں۔ بے لوث اور حق گوئی میں بیباک ہوتے ہیں۔ امر بالمعروف ان کا امتیازی نشان، خدمت دین ان کا شعار اور اصلاح خلق ان کی معراج اخلاق ہوتی ہے۔ یہ امت نبوی کے تقاضے قدم قدم پہچان سے ہم آہنگ ہوتے ہیں کیونکہ اسلامی اخلاق و کردار کے ہی وہ روشن مینار ہیں، جن کی روشنی میں عوام اپنی زندگی کے مختلف گوشوں میں اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت کے قدم اٹھاتے ہیں۔ علمی مسائل میں ان کی … سے اسلام کی حقانیت پر دل مطمئن اور مغرب زدہ طبقے کے پھیلائے ہوئے پراگندہ اور گمراہ کن خیالات کا قلع قمع کر کے دین حق کی شاہراہ منظم نمایاں ہوتی ہے۔ آئندہ اشاعت میں تصویر کا دوسرا رخ پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

… و محبت کی جڑوں میں دیمک لگ جائے تو وہ بہت جلد برگ و بار سمیت زمین پر آ رہتا ہے۔ جڑیں کمزور ہوں تو کوئی مضبوط تنا … اور آندھیوں کی تاب نہیں لا سکتا۔ معدہ اگر خراب ہو جائے تو پھر اچھی غذا بھی جزو بدن نہیں بن سکتی۔ جب تک یہ دونوں ٹھیک ٹھیک اپنا کام کرتے ہیں، تو صالح خون جسم کی چھوٹی بڑی رگوں میں گردش کرتا رہتا ہے۔ یہ بگڑ جائیں تو سارے جسم کا پورا نظام بگڑ جاتا ہے۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، ارباب اقتدار اور ارباب علم و فضل اور اصحاب دانش و بینش اپنی قوم کے اعضائے رئیسہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بجائے غیر طبعی امور اور غیر فطری کاموں میں مصروف ہو جائیں تو یقیناً امت کا جسم صحت مند نہیں رہ سکتا۔ ان کے علم و عمل، اخلاق و عقائد اور نظریات و افکار کی صحت مندی ضروری ہے۔

اپنے رتبہ و عظیم اعضا کی راست روی، فرض شناسی اور سلامتی پر … اگر یہ لوگ راہ راست سے بھٹک جائیں، یا اخلاقی و اعتقادی بیماریاں ان میں نفوذ کر جائیں، تو عوام کے اخلاق و عقائد کا بگاڑ ایک خوفناک سیلاب کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ اگر علم و فضل کے علمبردار قوم میں اتفاق و اتحاد اور اصلاح و تعمیر کے مسائل چھوڑ کر فتنہ و انتشار اور تفرقہ و فساد کو اپنا نصب العین بنا لیں تو پھر عوام کے ایمان و اخلاق اور قوم کے اعتقاد و عمل میں بے شمار خرابیوں کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔

کون راہ بتلائے گا جب خضر بہکانے لگے

اقتدار و اختیار کی طاقت ہو یا علم و فضل اور زہد و تقدس کی برتری و مقبولیت، انسانی رجحانات اور عوامی جذبات و احساسات کا تعلق ان سے بیحد عقیدت مندانہ و نیازمندانہ رہا ہے۔ امن و سلامتی اور ہدایت و رہنمائی کے لیے عوام انہیں کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ یہ بالاتر طبقہ اپنی اعلیٰ اور اقتدار کی حیثیت سے جائز فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں اور ناجائز بھی۔ انبیاء کرام نے اسی لئے اہل نفاذ لوگوں کو سب سے پہلے مخاطب کیا اور ان کی اصلاح و ہدایت پر خصوصی توجہ دی۔ کیونکہ دولت و اقتدار کے سورج کی ہر دور میں پرستش کی جاتی رہی ہے۔ مذہبی پیشواؤں کے آستانوں پر عوام ہمیشہ عقیدت و احترام کے پھول نچھاور کرتے رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ ہدایت یافتہ اور اصلاح پذیر ہو جائیں تو عوام کی اصلاح و تربیت وسیع اور سہل ہو جاتی ہے۔ امرا و سلاطین کا زیادہ تر اثر عوام پر ہوتا ہے۔

قوت و اقتدار کا تخت الٹتے ہی لوگ ان سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل علم و فضل کا احترام اور ان سے عقیدت و محبت، قلب و روح کے مقدس تقاضوں کے تحت پیدا ہوتی ہے۔ اور انسانی زندگی کی حرکت و عمل پر قلب و روح کی حکمرانی ہے۔ اسلامی شریعت … پہلے ذہن کی اصلاح و تزکیہ پر توجہ دیتی ہے۔ یہ سنور جائیں تو انسان کی عملی زندگی سدھر جاتی ہے۔ یہ بگڑ جائیں تو پوری زندگی بگاڑ کا شکار ہو جاتی ہے۔

ایک حدیث میں آنحضورؐ نے دل کی اہمیت جس طرح واضح فرمائی ہے، اس سے بھی اسی حقیقت کا اظہار ہوتا ہے۔

علمائے دین اگر اپنے اہم اور مقدس منصب کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مصروف ہوں تو شرف و عزت میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے، لیکن اگر اپنے منصبی فرائض میں کوتاہی یا کج روی اختیار کریں تو پھر ان کی ذلت و بدبختی میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ ان کی ہدایت یا گمراہی کے اثرات ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے، بلکہ لاکھوں انسانوں تک پہنچتے ہیں اور مستقبل کی نسلوں میں بھی ان کے اچھے یا برے اثرات پھیلتے چلے جاتے ہیں۔ گزشتہ اشاعت میں علمائے حق کے امتیازی اوصاف بیان کیے جا چکے ہیں۔ اب علمائے سو کی چند امتیازی خصوصیات ذکر کی جاتی ہیں۔ بگڑے ہوئے امرا و سلاطین اگر عوام کے لیے قہر الٰہی ہوتے ہیں تو بگڑے ہوئے علما و مشائخ عوام کے لئے شر و فساد کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کی باہم تکفیر و تفسیق کی شر انگیزیوں سے اتحاد ملت کا خرمن راکھ کا ڈھیر بن جاتا ہے۔ عوام جو انہیں تقدیس کی نگاہوں سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں، ان کے دارالافتاء سے صادر ہونے والے فتوؤں کی حرارت سے برق و شرر بن جاتے ہیں۔ افکار و رجحانات کا بگاڑ عوام کی معاشرتی زندگی کے لئے وبا سے کم نہیں۔ ان کا براہ راست اثر جذبات و اعتقادات سے ہوتا ہے۔ اور انسانی زندگی انہیں دونوں قوتوں کے ہاتھوں میں کھیلتی ہے۔ حکام اور علما کی یہ عظیم ذمہ داریاں اسی امر کی متقاضی ہیں کہ یہ دونوں طبقے عوام کے اصلاح و بگاڑ کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے انہیں اپنے منصبی فرائض کے بارے میں انتہائی محتاط اور ذمہ دارانہ طرز عمل اختیار کرنا چاہیے۔

علمائے سو کا افسوسناک کردار

رفتار اسلام اور حفاظت دین کے فرائض ادا کرنے میں جو غفلت و کوتاہی اس وقت ناقابل تلافی صورت اختیار کر چکی ہے، جبکہ دین پسند طبقے اسلامی اقتدار کی حفاظت اور اسلامی نظام حیات کے قیام کے لیے مختلف تنظیموں کی تشکیل … کوشاں ہیں … دست و گریباں ہو جائیں۔ یا ایک دوسرے کو نیچا دکھانے اور عوامی حلقوں میں ایک دوسرے کا اثر و مقبولیت ختم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہوں۔ دین کے اعتبار سے ان کے باہمی اختلافات اس حیثیت کے ہرگز نہیں ہیں کہ ان کی بنیاد پر خونریز اختلافات کا ہنگامہ برپا کیا جائے اور بغض و غضب کی تمام توانائی اپنے ہی بھائیوں پر انڈیل دی جائے۔

اغراض اختلاف

جن لوگوں کا نصب العین محض جذب زر، عزت و شہرت و مقبولیت ان کا حاصل زندگی ہو، انتشار و تفریق ان کا محبوب مشغلہ اور نزاع و اختلافات ان کا نفع بخش کاروبار ہو تو ایسے لوگ سٹیجوں پر اس لئے آتے ہیں کہ ہم عصر علما پر کیچڑ اچھالیں، اپنے سے بڑوں کی پگڑی اچھالنا … ہیں کہ خود ان کی شخصیت نمایاں ہو سکے۔ ہم مسلک رفیقوں کو رقیب اس لیے تصور کر لیتے ہیں کہ تقرب خداوندی کے باعث مجبور ہیں۔ فساد و حسد اور تخریبی ذہن میں ضرور تعصب اور بغض و عناد کا ابال جب اٹھتا ہے تو پھر دعوت و تبلیغ کے بجائے دوسروں کے خلاف الزام تراشی کے تیز اور گرم چھینٹے اڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ خود تراشیدہ الزامات کی تشہیر میں اپنی تمام صلاحیتیں کھپا دیتے ہیں۔ بد نیتی اور خبث باطن کی کھاد سے نفرت و تعصب، تفرقہ و انتشار کا کھیت بہت جلد اپنی حد کمال کو پہنچ جاتا ہے۔ ان کا اختلاف احقاق حق اور افہام و تفہیم کے لئے نہیں ہوتا۔ ان کے اجتہاد و تحقیق کا مقصد فروعی مسائل میں شرعی احکامات کا انطباق ہوتا ہے بلکہ غیر اہم اور معمولی مسائل میں ضرورت سے زیادہ انہماک اور بے مقصد اختلاف سے مقصود عوامی توجہات کو زیادہ سے زیادہ اپنی شخصیات کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے۔ علمائے سو اور ارباب مفاد، اقتدار و حکومت کی کمزوریوں سے … رہتے ہیں کہ ان کی اغراض فاسدہ اور ان کے ذاتی مفاد و خواہشات کے برگ و بار تازہ رہیں۔ شریعت کے نام سے فقہ و مسائل کی باتیں کرتے ہیں، اتباع شریعت کے بجائے اقتدار و شخصیات کے احکامات ہر وقت ان کے ملحوظ ہوتے ہیں۔ اتباع نفس اور تکمیل ہوس ان کا مذہب ہے۔ حسد و تعصب اور انتہاپسندی کا نظریہ بڑھ جائے تو پھر علمائے حق کی تکفیر و تحقیر کے بغیر ان کو چین نہیں … ان کی تقریروں میں بھی … نفسانی اغراض و مصالح کی میزان میں ان کے … اصول … سمجھتے ہیں۔ ان کی محبت و … الحب للہ کے بجائے ذاتیات کے … ہوتی ہیں۔ اس لئے شخصیت کی

بنا پر کوئی مستقبل بھی ان کے تنگ ذہن میں درخور نہیں پا سکتا۔ خود ساختہ بدعات کی اکاس بیل انھیں کی حیلہ سازیوں سے سرسبز و شاداب رہتی ہے جب بھی کسی دور میں عالم انسانی پر تباہی و بربادی آئی۔ اس کا اولین سبب ایسے ہی لوگوں کی خورش انگیزی بگڑے ہوئے مشائخ کی مصلحت کوشی و ریاکاری اور بندگان شکم کی حیلہ بازی تھی۔ تقویٰ و زہد اور رشد و ہدایت کے روپ میں ضلالت فروشی اور مادہ پرستی پسندی نے عوام کے اخلاق و اعتقاد کو جب بگاڑ کر رکھ دیا تو قومی روایات کے دروبام اور ملت کے استحکام کی بنیادیں ہل گئیں۔ جو لوگ ہیچ بدعات و رسومات کی شہ رگوں سے اپنے چہرۂ معاش کی صحت و رعنائی قائم رکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ انھیں دنیا پرست اور بدنیت لوگوں کو حدیث میں شرار خلق کہا گیا ہے اور اس کی وجوہات اجمالی طور میں واضح کر دی گئی ہیں۔

شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکاتیب میں لکھتے ہیں ہر فتور سے کہ درین زمانہ در ترویج ملت و دین ظاہر گشتہ از شومی علمائے سوء است کہ ان کی حقیقت شرار مردم و لصوص دین اند۔ بعجلتی دین و سنت کی تبلیغ و ترقی جیسا ہی قدر بھی رکاوٹیں پیش آ رہی ہیں۔ یہ دنیا پرست اعمرت علماء سو کی بدنیتی و بدبختی کا نتیجہ ہیں درحقیقت یہ لوگ خدا کی بدترین مخلوق اور نبی اور تمام دین و ملت کے راہزن ہیں۔ شیخ مذکور نے اپنے تجربات و دور فکر حقائق کو حرف بحرف بیان کیا ہے۔ کیونکہ ہر وقت کے علمائے سوء کی جابرانہ ریشہ دوانیوں اور انا تاثیریوں کے طفیلی آپ کی ساری عمر تک طرح و سلاسل میں گزرا۔ جان زندان رہے۔ انہیں کے ٹھیس تقش ... امام غزالیؒ کا کتب خانہ جلا دیا گیا۔ انہیں کے دروں کی سیاہی سے امام مالکؒ کے چہرہ پر کالک کا پوچا دیا گیا۔ انہیں کے نقش قدم کے کوڑوں کی شکل میں امام احمدؒ کی اس پیٹھ کی کھال ادھیڑ کر رکھ دی جو صوت قرآن و سنت کی حامل تھی۔ امام ابن تیمیہؒ جیسی نام جیتری شان کے ساتھ علم کی شکل میں انسانی تقریروں کا تنگ زنداں میں جیل سے دھکیل دیا گیا۔ تو وہ بھی زبان حال سے مذکورہ حدیث کی شہادت ہیں۔ نیچے آپ کو جیل کرتے نظر آتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلوی شہیدؒ تو اب تک ان کے زہر چکاں فتوؤں کی زد میں ہیں۔ غرضیکہ کوئی حق پرست اور توحید و سنت کی علمبردار شخصیت کسی دور میں بھی ان کی خیش زنیوں اور ان کے زہر چکاں فتوؤں سے محفوظ نہیں رہی! حضرت نوح، حضرت صالح، حضرت شعیب کے ساتھ ...

باختصار ہو د ... کی تصدیق کرتے ... ہوا ہے۔

عالم کی لغزش

کے اثرات صرف ان کی ذات تک محدود نہیں رہتے۔ بلکہ صدیوں اور قرنوں تک انسانی زندگی پر پھیلتے چلے جاتے ہیں۔

زلۃ العالم زلۃ العالم۔ ان کی لغزش سے عالم انسانیت کی لغزش و ذلت وابستہ ہے عالموں اور جیٹوں پر بھی جہاں بستیاں بڑی کے اہم کردار اور بنیادی مسائل سے آنکھیں بند کرکے فروعی مسائل کی نشر و اشاعت میں لگ جائیں تو امر بالمعروف اور دعوت و تبلیغ کے تقاضے پیچھے رہ جائیں گے۔ رشد و ہدایت کی قندیلیں جب مصلحتوں کے نقاب اوڑھ لیں تو زندگی کی پر پیچ اور سنگلاخ راہوں میں قافلۂ انسانیت کو روشنی کہاں سے ملے گی؟ کفر و شرک کے فتوے چھاپنا علماء کا کام نہیں ہے قال اللّٰہ و قال الرسول کے پاکیزہ وظائف سے تر رہنے والی زبانوں سے ایمان سوز شرارے اٹھتے دکھائی دیں۔ اختلافات کی ایک ایک سطر دوسرے فریق کے خلاف عدد و تعصب اور بغض و نفرت کی رگ رگ میں اتاری چلی جائے تو سمجھ لیجئے کہ صحت کا اخلاقی معیار گر چکا ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیمات پامال ہونے کے بعد اس مسلمانوں کی محافت کسی فریق کو نہیں دیکھتی

قرآن نے اسی خطرہ سے آگاہ فرمایا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال ۴۶)

اور آپس میں جھگڑو نہیں، ورنہ تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

آج عالم اسلام امن و اتحاد کا بے حد ضرورت مند ہے۔ بیبیوں طاقتیں متحد و منظم ہو کر عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں بڑی تیزی سے مصروف ہیں۔ اسلام کی سربلندی کے لئے کام کرنے والوں کے خلاف ہر محاذ پر جدید اسلامی نظریات و افکار رد کار ہے نظر آتے ہیں۔ مختلف قسم کے فتنوں کا گھراؤ ہے جس نے امت مسلمہ کے بقاء و استحکام کو لرزا کر رکھ دیا ہے! اور دوسری طرف قرآن کا وجاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ۔ القتال علیکم ہے جو ایک لمحے کے لئے بھی غفلت و کوتاہی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ایسے نازک دور میں علمائے دین کا فرض ہے کہ وہ آپس کے جزوی اختلافات کو نظر انداز کر کے پوری قوم کو توحید و سنت کے ایک مرکز پر متحد کریں۔ اگر وہ ایسے باطل کے خلاف بنیان مرصوص بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ تو پھر وہ دنیا میں ایک باوقار با اصول اور حق پرست قوم کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے قابل بن سکیں گے۔ باطل اپنی تمام مادی ترقی اور سائنس دانی کے باوجود مسلمان قوم کا کچھ بگاڑ نہیں

سکے گا۔ اس اہم فریضہ سے غفلت و کوتاہی برتنے والوں کو فطرت کبھی نہیں معاف کرتی۔ اور نہ وہ ایسے عبرتناک انجام سے بچ سکتے ہیں۔

انتقال پر ملال

ڈاکٹر عبدالحلیم کرشن راجستھان کا انتقال ہو گیا ہے۔ موصوف کا ملی اور جماعتی حیثیت سے بہت اونچا مقام ہے آپ نے مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں گرانقدر مالی تعاون دیا ہے اور دہلی کے مدرسہ ریاض العلوم میں آپ نے کمرہ جات تعمیر کرائے۔ خدا سے دعا ہے آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

ناظرین کرام سے نماز جنازہ غائبانہ کی استدعا ہے۔

(حافظ عبدالحلیم)

منی آرڈر سے رقومات

بھیجنے کا پتہ

پندرہ روزہ ترجمان پریس اسٹریٹ

صدر بازار۔ دلی

پلکوں پہ لرزتا ہوا تارا نہیں ٹوٹا

گو کفر کی یلغار کا دھارا نہیں ٹوٹا — ملت سے مگر رشتہ ہمارا نہیں ٹوٹا

طوفان کی ہر موج نے دم توڑ دیا ہے — دریائے محبت کا کنارا نہیں ٹوٹا

جس قصر میں رہتے تھے ستم توڑنے والے — کیا اس کا کبھی ایک منارا نہیں ٹوٹا

گو ٹوٹ گئے بزم جہاں میں سبھی رشتے — اللہ کی رحمت کا سہارا نہیں ٹوٹا

ٹوٹا ہے شیاطین کا ہی زور ہمیشہ — اللہ سے کبھی ربط ہمارا نہیں ٹوٹا

سانسوں میں توازن نہیں دھڑکن میں نہیں ربط — کیا نشۂ زر اب بھی تمہارا نہیں ٹوٹا

ٹوٹا ہے طلسم شب تاریک بالآخر — پلکوں پہ لرزتا ہوا تارا نہیں ٹوٹا

منظر تو بہت گزرے نظر سے تری عاجز

ٹوٹی ہوئی قبروں کا نظارا نہیں ٹوٹا

رجسٹرڈ ... لاہور

بچوں کی پرورش میں باپ کی اہمیت

آج بھی باپ کی حیثیت واقعی قابلِ رحم ہے۔ ماضی میں ہزاروں سال سے باپ کو اقتدارِ اعلیٰ حاصل تھا اور باپ کی حیثیت سے اس کا کردار بالکل واضح تھا۔ خاندان کے تمام معاملات کا فیصلہ باپ ہی کیا کرتا تھا یہاں تک کہ بچوں کی شادی بیاہ کے معاملات بھی طے کیا کرتا تھا۔ اور ان کے پیشے کا انتخاب بھی وہی کرتا تھا۔ اور ان کے پیشے کا انتخاب بھی وہی کرتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ بچوں کی نظروں میں باپ ایک شفیق جابر کی حیثیت رکھتا تھا لیکن ہر بات اس کے قابو میں تھی۔ آج معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ حال ہی میں ایک جائزہ لیا گیا ہے تو پتہ چلا کہ یوں تو کافی لوگ اپنے خاندان کو دوسری باتوں پر فوقیت دیتے ہیں مگر اس کے باوجود بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے گھر سے زیادہ اپنے دفتر ہی میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور جائزہ لیا گیا۔ دفتر میں کام کرنے والوں میں ۲۰۰ ہزار میاں بیوی سے سوالات کئے گئے تو معلوم ہوا کہ مرد جب گھر پر کم وقت صرف کرتے ہیں۔ تو میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ اور نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ سب سے بہتر ازدواجی تعلقات جنوبی امریکہ کے ملک پیرو میں پائے گئے۔ وہاں طلاق کی شرح سب سے کم ہے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کے ساتھ اپنی فرصت کا وقت گزارتے ہیں۔ اس معاملے میں امریکہ کی حالت سب سے خراب ہے۔ ایک معلم نے اپنے طالب علموں سے پوچھا کہ تمہارے والد کیا کرتے ہیں؟ جوابات جو ملے وہ نہایت افسوسناک تھے۔ چنانچہ اس سے شائع ہو کر چھوٹے درجوں کے بچوں سے بھی یہی سوال کیا گیا۔ ذرا ان لڑکوں کے جوابات ملاحظہ کیجئے۔

ایک بچے نے کہا میرے ابا روزانہ چلے جاتے ہیں۔ معلوم نہیں وہ کیا کرتے ہیں؟

دوسرے نے کہا میرے ابا صبح کو جب چلے جاتے ہیں۔ پھر وہ مجھے نہیں دکھائی دیتے صرف اتوار کو وہ نظر آتے ہیں۔

ایک تیسرے لڑکے نے کہا: میں نہیں جانتا۔ وہ مجھے سال بھر میں ایک بار دکھائی دیتے ہیں۔

چوتھے لڑکے نے کہا میرے ابا بڑے اچھے ہیں مگر معلوم نہیں وہ کہاں کام کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ کھیلیں۔ مگر انہیں فرصت ہی نہیں ملتی۔

ایک اور لڑکے نے کہا: میرے والد ڈاکٹر ہیں۔ مگر میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ وہ کیا کرتے ہیں کیونکہ لوگ مر جاتے ہیں۔

ایک اور لڑکے نے کہا: میرے ابا ہوائی جہاز میں بیٹھ جاتے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔

ایک اور لڑکے نے کہا: میرے ابا ہفتے میں ایک بار گھر آتے ہیں۔ وہ کسی بڑے دفتر میں کام کرتے ہیں۔

ٹیلی ویژن میں جن لوگوں کو باپ کے کردار میں دکھایا جاتا ہے۔ انہیں دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں کو بہادر اور ہوشیار دکھایا جاتا ہے وہ باپ کے کردار میں نہیں ہوتے اکثر لوگ کنوارے اور مطلق ہوتے ہیں اور ان میں محبت کا جذبہ نہیں ہوتا۔ عجیب ستم ظریفی ہے کہ بیشتر باپ اپنی روزی کمانے میں اس قدر منہمک رہتے ہیں کہ حقیقی زندگی بسر کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ سوال یہ ہے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

زندگی کی تیز رفتاری

پہلے باپ اپنے گھر کے نزدیک ہی کام کرتا تھا۔ آج وہ سویرے سویرے کام پر چلا جاتا ہے اور رات گئے تھکا ماندہ واپس آتا ہے اور پھر اسے دیکھ کر مایوسی ہوتی ہے کہ اتنی محنت اور جفاکشی کے بعد وہ اپنی آمدنی میں جو اضافہ کرتا ہے۔ اس سے گھر والوں کی حیثیت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔ اس سے بھی خراب بات یہ ہوتی ہے کہ بچے اپنے باپ کو کام کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا بچوں کے لئے کام کرنے کی کوئی اچھی مثال قائم نہیں ہو پاتی۔ آج کل کا باپ اپنے بچوں کی نظروں میں ایک بہت بڑا اور اہم آدمی ہے۔ جو اکثر گھر کے باہر رہتا ہے دوسری طرف بچوں کی نظر میں جو باتیں اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کے سلسلے میں باپ بالکل بیکار ثابت ہوتا ہے۔ گھر میں اگر کوئی چیز ٹوٹ جاتی ہے تو ماں کسی کاریگر کو بلواتی ہے۔ باپ کو یا تو وہ کام کرنا ہی نہیں آتا یا پھر اسے فرصت نہیں ملتی۔ بہت سے باپ اس غلط فہمی کا شکار بھی رہتے ہیں کہ وہ گھر پر جو کچھ کرتے ہیں اس کی بچے کی نظر میں کوئی خاص اہمیت نہیں۔

تعلیم

اسکولوں کی وجہ سے باپ کی وقعت اور بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔ باپ وہ اپنے بچوں کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے بالکل بے نیاز ہو گیا ہے۔ اخلاق مذہب اور دیگر باتوں کے متعلق جو تربیت باپ پہلے دیا کرتا تھا، وہ اب ختم ہو گئی ہے۔ باپ کا کام اب صرف گھر میں روپیہ لانا رہ گیا ہے۔ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ میرا کام تو صرف اتنا ہے کہ روپیہ لا کر گھر میں دے دوں۔

فرصت کے اوقات

باپ اپنی فرصت کے اوقات اپنے دوستوں کے ساتھ بسر کرنے پر مجبور ہے۔ چنانچہ ان کو دوستوں سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ جو وہ اپنے بال بچوں کے ساتھ کچھ وقت گزار سکیں۔

نقل و حمل

چند سال قبل تک ہر شخص اپنے پڑوسیوں سے واقف ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ بات نہیں ہے ہم دیکھتے ہیں اور کام کے لئے کسی دور دراز مقام کا سفر کرتے ہیں۔ مگر بچے اپنے پڑوسیوں سے واقف ہوتے ہیں۔ وہ ان میں گھل مل جاتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کی زندگی کے ایک بہت بڑے حصے سے باپ لاتعلق رہتا ہے محلے میں کیسے لوگ ہیں۔ اچھے یا خراب۔ بچے ان کی تقلید کرنے لگتے ہیں۔ نقل و حمل کے ذرائع آسان ہو جانے کی وجہ سے دوستی کا معیار گر گیا ہے اور لوگ بری طرح تنہائی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ آج کا باپ خود اپنا اعتماد ہی کھو بیٹھا ہے۔ زندگی میں اسے کیا کردار ادا کرنا ہے اس کے بارے میں وہ بے یقینی کا شکار ہو گیا ہے ماہرین عمرانیات یہ دیکھ رہے ہیں کہ مردوں کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے بچوں سے علیحدہ رہ کر مسرت و سکون محسوس کرتے ہیں۔ بہت سے باپ اس بات کا اعتراف تو کرتے ہیں۔ مگر خود اس مسئلہ کا سب سے زیادہ سنگین پہلو یہی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ مردوں کے لئے اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے سلسلے میں مدد مانگنا بڑی بے تکی سی بات ہے یعنی اعتراف کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ کہ میں اس قسم کا شوہر یا باپ نہیں، جیسا کہ مجھے ہونا چاہئے، وہ سوچتا ہے کہ مردوں کی حیثیت سے تو مجھے سخت گیر اور مضبوط و مستحکم ہونا چاہئے جس بات کا اظہار قطعی طور پر ہونا چاہئے کیونکہ جب جذبات کے اظہار سے لوگ مجھے کمزور سمجھیں گے۔ چنانچہ بیشتر مرد اندر ہی اندر گھٹتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی صحت

برباد ہوتی رہتی ہے۔ نتیجتاً ان میں زخم پڑ جاتے ہیں دل کا مرض، السر اور بلڈ پریشر وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کے مقابلہ میں مردوں کو دل کا مرض بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور عورتوں کی زندگی مردوں سے زیادہ ہونے لگی ہے۔

شاید یہ کہنا غلط ہو کہ آج کل مرد اپنے بال بچوں کا اتنا خیال نہیں رکھتا ہے۔ جتنا کہ وہ اپنے موٹر کار کا خیال رکھتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر آخر کیا کیا جائے؟ امریکہ کے ایک اخبار نے اس کا جواب یوں دیا ہے کہ باپ کو اس کے فرائض کی جانب پھر سے رجوع کر دیا جائے یوں کہنے کو تو یہ بات آسان ہے۔ مگر روزمرہ کی زندگی میں اس کو عملی جامہ کیسے پہنایا جائے۔ یہ اخبار آپ سے حسب ذیل مشوروں پر تین ماہ تک عمل کر کے دیکھنے کی بات کہتا ہے کسی عادت کے قائم ہونے کے لئے اتنی مدت کافی ہوتی ہے اور پھر بچوں کو بھی اس طرح سے یقین آ جائے گا کہ جناب باپ گھر پر رہنے لگے۔ واقعی ہمارا اصل باپ ہے۔

(۱) ہفتے میں کم از کم دو بار رات کا کھانا بچوں کے ساتھ کھائیں اور سب لوگ پر لطف اور چٹپٹی گفتگو کریں۔

(۲) ہفتے میں ایک بار اور ہو سکے تو ایک گھنٹہ کے لئے گھر کے سب لوگ جو کام مل جل کر کرنا چاہتے ہیں، اسے کریں۔

(۳) گھر کے بارے میں اپنے خیالات کو ترتیب دیں ممکن ہے آپ جو کام کرتے ہیں وہ واقعی بڑی اہمیت کا حامل ہو اور اس کے مقابلہ میں گھریلو مسائل بالکل معمولی ہوں۔ اس کے باوجود گھریلو مسائل کا تعلق جن افراد سے ہے ان کے لئے وہ مسائل نہایت اہم ہوں۔ اس لئے اپنے کاروباری مسائل اور گھریلو مسائل کا موازنہ کرنے سے احتراز کیجئے۔

۴۔ ایسے کام تلاش کیجئے جو آپ اپنے بچوں کے ساتھ کر سکتے ہوں۔ مقصد یہ ہے کہ بچے آپ کو کام کرتے ہوئے دیکھیں انہیں اپنے ساتھ کام کرنے کے مواقع فراہم کیجئے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے لئے آپ کو ذرا سوچنا پڑے گا۔ اور کوشش کرنی ہو گی۔ مگر اس کوشش سے بڑے اچھے نتائج برآمد ہوں گے۔

۵۔ گھر میں جب آپ ہوں تو اخبار سے منہ چھپا کر نہ بیٹھئے۔ تاکہ آپ کو کھیل کود سے دلچسپی ہے لیکن یاد رکھئے کہ آپ جس ٹیم کی حمایت کرتے ہیں۔ وہ آپ کے بغیر بھی جیت جائے گی۔ لیکن آپ کے بچے آپ کے بغیر تنہائی محسوس کریں گے اگر آپ کہیں جا رہے ہیں تو بچوں کو بتا کر جائیے کہ آپ کہاں مل سکیں گے کام کے دوران اگر موقع نکال کر اگر گھر سے رابطہ قائم کر لیا تو بہتر ہے۔

۶۔ آپ کے گھر والے کیا کرنا چاہتے ہیں اس پر غور سے توجہ دیا کریں۔

(قسط نمبر ۲)

تاریخ ساز لمحے

چونکا دینے والے انکشافات

موریطانیا کے صدر مختار ولد داداہ بھی اس اجلاس میں موجود تھے۔ آخر تینوں ملکوں کے درمیان صحارا کے مسئلے پر سمجھوتہ طے پا گیا۔ ہم کو یہی چاہئے تھے کہ معاملات بہتر طریقے سے سلجھائے جائیں۔ الجزائر کے عوام کو آج بھی اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کرنے کا موقع دیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ان جھگڑوں کے فوری حل پر زور دیں گے۔ ہم سب ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ جنگ نفرت علیحدگی، تخریب، دہشت گردی پر امن محبت ہم آہنگی میل اور مصالحت کو ترجیح دیتے ہیں، اور یہی درس ہماری عظیم کتاب نے دیا ہے۔ ایک ہی عقیدہ اور ایمان رکھنے والوں کے درمیان کشمکش مذہبی اور اخلاقی جرم بھی ہے اور خدا کے عذاب کا باعث بھی۔

دراصل مراکش ایک وسیع و عریض خطہ ہے جس کا رقبہ دس لاکھ مربع کلومیٹر اور آبادی ایک کروڑ ستر لاکھ ہے۔ المغرب کا سب سے زیادہ گنجان آباد ملک ہے۔ اسی لاکھ سے زیادہ افراد بیس سال سے کم عمر کے ہیں۔ خیال ہے کہ ۲۰۰۰ء تک مراکش کی آبادی دو کروڑ ۶۰ لاکھ سے زیادہ تجاوز کر جائے گی۔ اس مسلسل اضافے سے حکومت ان گنت مسائل سے دوچار ہے۔ پہلا مسئلہ عوام کا معیار زندگی بلند کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے کسانوں کو اولیت دی ہے۔ باسٹھ فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں۔

۱۹۳۰ء میں ہماری زراعت پیشہ آبادی کا نصف حصہ کاشت کاروں پر مشتمل تھا۔ ۱۹۵۵ء تک بڑی تعداد نے پیشہ چھوڑ دیا اور صرف تیس فیصد کسان باقی رہ گئے جن کے پاس اتنی کم زمینیں تھیں کہ انہیں ہماری سودخور کے حوالے کیا جاتا اور بہترین فصلیں کم قیمت پر خرید لی جائیں۔ ۱۹۳۶ء کے موسم بہار میں میرے والد نے ریذیڈنٹ جنرل پیورو کی توجہ جدید اصلاحات کی طرف مبذول کرائی۔ تو اس نے جواب دیا کہ دیہات میں اس قسم کی تبدیلیوں کا مطالبہ وہ ہم چور کر رہے ہیں، جنہوں نے ماسکو میں اشتراکیت کا سبق پڑھا ہے۔

۱۹۱۰ء میں ہم معاشی اور معاشرتی طور پر بے حد پسماندہ تھے۔ چوبیس سالہ ۱۹۱۲-۳۶ء کے دوران میں کچھ زرعی مسائل حل کئے گئے۔

لیکن بدقسمتی سے فرانس بھی جنگ عظیم میں شریک ہو گیا۔ اور مراکش نے اس کا ساتھ دیا۔ ہم نے اپنے سپاہیوں کے خون کی پرواہ کی اور زرعی پیداوار کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جنگ کے بعد مراکشی عوام کی فلاح و بہبود کی طرف توجہ دی جاتی اور ان کے لئے خصوصی اقدامات کئے جاتے ہیں۔ ان نے انہیں جہالت اور دقیانوسی طریقہ کار کے اندھیاروں میں گم رکھا۔ ہمارا کسان کبھی کبھار یہ تو سن لیتا ہے کہ بعض مقامات پر موٹریں اور جہاز چلنے لگے ہیں۔ کچھ علاقوں میں ہسپتال بھی بن گئے ہیں۔ اور نئے سبزہ و جود میں آ رہے ہیں۔ مگر اس کی زندگی اس کی ترقی سے محروم ہی رہی۔

مراکش کی آزادی کے وقت پچیس ہزار ایکڑ زرعی زمین یورپی باشندوں کے قبضے میں تھی جس کا کل رقبہ نصف حصہ زیادہ زرخیز تھا۔ ہم نے تمام قابل کاشت رقبہ کسانوں میں تقسیم کر دینے کا فیصلہ کیا۔ اور اصلاحات کے ذریعہ اقتصادی اور معاشرتی حالت بہتر بنانے کی کوشش کی۔ حکومت نے ۱۹۶۳ء کے آخر تک ایک لاکھ اکیاسی ہزار ایکڑ اور ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۷ء تک مزید ایک لاکھ ۲۹ ہزار ایکڑ قابل کاشت اراضی کسانوں میں تقسیم کی۔ ہمارے چار سو امن کاموں نے اصلاحات کو مؤثر بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ کسانوں میں ٹریکٹر، بیج، بار برداری کے آلات اور فرٹیلائزر بنی نوں نے رہی نگرانی میں تقسیم کئے۔ انہوں نے بہر طور ان کو بیج اور کھاد بھی فراہم کئے۔ ایسے تجارتی ادارے قائم کرنے میں مدد دی۔ دی جو کسانوں سے مناسب داموں میں اناج خرید لیں۔

مراکش میں تین قسم کی زمینیں اور بھی ہیں۔ پہلی قسم ان زمینوں کی ہے جو ماضی میں فوجی افسروں کو سرکاری خدمات کے صلے میں دی گئیں۔ یہ لوگ جنگ کے دنوں میں فوجی خدمات انجام دیتے ہیں اور زمانہ امن میں کسان کا کردار ادا کرتے ہیں۔ دوسری قسم کی زمینیں اوقات سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان کی نگرانی وزیر امور اسلامی کے ذمے ہے۔ تیسری قسم کی اراضی قبائل کی ملکیت ہے اور وزارت داخلہ کے زیر انتظام۔ کی نظم و نسق کو بہتر بنانے کیلئے بہت سے نئے ادارے اور محکمے قائم کئے۔ ان میں دیہی ترقی، زراعت، زرعی تحقیقات کا قومی ادارہ اور قومی زرعی کریڈٹ فنڈ قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۶۱ء میں ہم نے ایک ادارہ نیشنل پرو موشن بیورو قائم کیا۔ اس کا بنیادی مقصد بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا تھا۔ ابتدائی چار برس میں اس ادارے نے بہت ہی کار کردگی کا زبردست مظاہرہ کیا۔ پچیس ہزار ایکڑ زمین زراعت کے قابل بنائی۔ پندرہ ہزار کلومیٹر لمبی سڑکیں تعمیر کیں۔ سیلاب کی روک تھام کے لئے ایک سو دس کلومیٹر طویل بند باندھے۔ ملک بھر کے اسکولوں میں دو سو چھبیس کلاس روم اور بارہ سو رہائشی کوارٹر، ساتذہ کو مہیا کئے اور ۲۵ ہزار کلومیٹر سڑکیں ہموار کیں۔ پرو موشن بیورو نے ۱۹۷۰ء کے آخر تک مزید بیس ہزار رہائشی کوارٹر تعمیر کئے۔

غیر ملکی حکمرانوں کے ۴۴ سالہ دور حکومت میں صرف بارہ ڈیم بنائے گئے تھے، جن میں سے دو پینے کے پانی کا ذخیرہ کرنے اور دو بجلی فراہم کرنے کے لئے تھے۔ قابل کاشت بنجر رقبہ ۸۲ ہزار ایکڑ سے زیادہ نہ تھا۔ ہم نے پانچ سالہ منصوبے ۱۹۶۸-۷۲ء کے دوران میں بڑے بڑے ڈیم بنائے اور تربیتی پروگراموں کا جائزہ لینے کیلئے پورے ملک میں گاؤں گاؤں تربیتی دفاتر اور تعاون بینک وغیرہ قائم کئے۔

غیر ملکی قابضین کے دور میں ہمارے عوام کی تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہ دی گئی تھی۔ ہم جب جدید یونیورسٹی سے محروم تھے۔ ۱۹۲۲-۲۳ء میں ہمارے سیکنڈری اسکولوں میں طلبہ کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہو گئی جبکہ بیس ہزار طلبہ پرائیوٹ اسکولوں کے تھے۔ آج طالب علموں کی تعداد سترہ لاکھ سے بھی تجاوز کر چکی ہے۔ ہمارے بجٹ کا بیس فیصد حصہ تعلیم کے لئے مختص ہے۔

ہمارے ملک کی بدقسمتی ہے کہ غیر ملکیوں نے ہمارے بچوں کو پچاس برس تک مقامی زبان لٹریچر اور تاریخ سے بے خبر رکھا۔ ہمارے طلبہ فرانس کی بڑی شخصیتوں سے تو واقف تھے لیکن یعقوب المنصور اور مولائی اسمٰعیل کے کارناموں سے بالکل بے بہرہ تھے۔ انہوں نے عظیم فلسفی ابن رشد اور عظیم مورخ سوشل سائنٹس کے بانی ابن خلدون کے بارے میں کبھی نہ سنا تھا۔ تمام طلبہ کو فرانسیسی زبان میں تعلیم دی جاتی۔

عربی ہماری زبان ہے — مذہبی اور قومی زبان۔ لیکن اس کا پڑھنا پڑھانا ہمارے اسکولوں میں ممنوع تھا۔ یہ ہمارے لئے نہ صرف غیرت کی بات تھی، بلکہ بہت بڑا نقصان بھی۔ اس صورت حال نے مراکشی عوام کے دل ریزہ ریزہ کر ڈالے تھے۔ لیکن نہ تو کبھی ان کا ایمان متزلزل ہوا اور نہ وہ اپنے ثقافتی اور اخلاق و شرکت کو ہی فراموش کر پائے۔

مراکش بادشاہت کا گہوارہ ہے۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے تاریخ کا جائزہ لینا بے حد ضروری ہے۔ ۷۸۶ء میں ملک کے مقام پر حضرت علیؓ کی پیروی کرنے کا دعویٰ کرنے والی ایک جماعت کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

عباسیوں نے ان کا بے دریغ قتل عام کیا۔ ان میں سے ایک اہم شخصیت ادریس بن عبداللہ کی ہے جنہوں نے بھاگ کر مراکش میں پناہ لی۔ بربر کے ایک قبیلے نے انہیں اپنے ہاں مہمان ٹھہرایا۔ فراس نے وہیں شادی کر لی۔ اس کی بے پناہ قابلیت جادو کی حد تک ثابت ہوئی۔ جلد ہی وہ اور دوسرے قبائل نے اسے اپنا سردار بنا لیا۔ وفات کے بعد اس کا لڑکا ادریس دوم جانشین بنا۔ اس نے ۸۰۹ء میں فاس کو اپنا دارالحکومت بنا لیا۔ اور عباسیوں کے ہاتھوں پریشان ہو کر راہ فرار اختیار کرنے والے دوسرے مسلمانوں کو بھی یہاں پناہ دی۔ فاس نے ساتھ ہی تاریخ میں اہمیت حاصل کر لی۔

ہمارے بزرگوں میں مولائی الرشید ۱۶۶۴ء میں سب سے پہلے شاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے ملک کے مشرقی اور شمالی حصوں کو متحد کیا۔ وہ وہیں کے لوگ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے پیروکار کی ضرورت شدت سے محسوس کر رہے تھے۔ جو انہیں ایک پلیٹ فارم پر متحد کر سکے۔ امن و سکون سے زندگی گزارنے میں مدد دے۔ انہوں نے ادریس اول کو اپنے دل میں جگہ دی تھی اور پھر بربر لڑکی سے شادی کرنے کے بعد اسے اپنا سربراہ بنا لیا تھا۔ اس لئے ہمارے ملک میں بادشاہت کی جڑیں اتفاقاً ہی گہری نہیں ہوئیں، بلکہ اس میں وہاں کے عوام کی دلی خواہشات اور بادشاہوں کی عوام دوستی ہمدردی اور صحت مندانہ اقدام کا زبردست ہاتھ ہے۔

یہ سوچنا غلط ہے کہ کوئی بادشاہ خدا کی نصرت و تائید کے بغیر زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکتا ہے۔ یہ غلط فہمی صرف ان لوگوں کو ہوتی ہے جو سیاسی جماعتوں کے بل بوتے پر حکمرانی کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔

میں اٹھارہ برس کا تھا جب میرے والد نے مجھے طلب کیا۔ میرے بیٹے! انہوں نے کہا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ عوام کے مستقبل کی خاطر تمہارا میرے ساتھ رہنا از حد ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم تخت کا وارث بننے کے لئے اپنی ذمہ داریوں سے باخبر ہو جاؤ۔

دو دن بعد میں نے اپنے لئے مشکل ترین راستے کا انتخاب کر لیا۔ شاہ نے مجھ سے کہا، بہت خوب! میں تمہاری مدد کروں گا۔ ہم دونوں امپیریل کالج کے ہوسٹل میں گئے، جہاں میں رہائش پذیر تھا۔ میں نے دیکھا میرے کمرے سے کھیلوں کی تمام چیزوں، ٹاپ ٹینس، اسپورٹس، ٹینس، رکٹس، فشنگ ٹیکل، سواری کے اوزار، اسپورٹس میگزین ریڈیو سیٹ گراموفون اور ریکارڈ مجھ کو وہاں تھا

(باقی آئندہ)

(از مولانا نور الحفیظ ندوی مقیم حال قاہرہ)

عراق، ایران جنگ

بڑی طاقتوں کی کشمکش کی آماجگاہ

عراقی لیڈر صدام حسین نے جنگ کا آغاز کرکے بھیانک غلطی کی ہے۔ انہوں نے اسرائیل سے جنگ کے بجائے پڑوسی ایران پر دست درازی کی ان کو خیال تھا کہ چند گھنٹوں میں ایران کا صفایا کرکے سارے عالم اسلام کے ہیرو بن جائیں گے۔ مگر ایرانیوں نے جس حکمت سے جنگ لڑی ہے اس کی وجہ سے زیادہ پیش قدمی ممکن نہ ہو سکی۔ بلکہ زبردست جانی و مالی نقصان سے دوچار ہونا پڑا۔ اس صورت میں عراق میں سیاسی تبدیلی کا زیادہ امکان ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک دونوں ملک اتنا عرب ڈالر کا نقصان صرف پیٹرول کے میدان میں اٹھا چکے ہیں۔ جبکہ فوجی اسلحے و سامان سے بھی زیادہ قیمتی انسانی جانوں کی تباہی و بربادی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اور نہ اس کی تلافی کی جا سکتی ہے۔

دوسری طرف ایران کی صورت حال نے اسلامی دنیا کو عجیب مخمصے میں ڈال رکھا ہے۔ وہاں جس عجیب و غریب نوعیت کا انقلاب آیا تھا، اس نے ساری دنیا کو متوجہ کر لیا تھا۔ مگر جس طرح اس انقلاب سے فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ وہ نہیں اٹھایا جا سکا اور ملکی پیچیدہ مسائل نے آگے کر اس نے تباہی و بربادی کی آخری منزل پر ایران کو لا کھڑا کر دیا۔ اس میں سب سے زیادہ خطرناک کھیل بڑی طاقتوں کا تھا جس میں ایران بری طرح پھنس گیا۔ بڑی طاقتیں کھیل کھیلتی رہیں۔ جب کبھی ایسا محسوس ہوا کہ کسی ایک فریق کو شکست دی جا سکتی تھی تو بڑی طاقتوں کی طرف سے ایرانی انقلاب کی کمزوریوں کو نمایاں کر دیا۔ اب حال یہ ہے کہ ایران پوری دنیا کو بربادی کا نشانہ بنا رہا ہے۔ مگر اس کا دنیا پر کوئی اثر نہیں ہو رہا جبکہ ایران عالمی سطح پر اس لئے اپنا مسئلہ پیش کر رہا ہے کہ وہ کوئی خاطر خواہ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اگر جنگ کے میدان میں بڑی طاقتیں دخل دیں گی۔ اگر یہ خیال درست ہے تو جنگ کی نوبت ہی نہ آتی لیکن دونوں بڑی طاقتوں کی سازش سے جنگ کا یہ کھیل کھیلا گیا ہے اگر امریکہ اور ایران پر حملہ ور ہوتا تو ایران کی ایسی غیر معمولی تباہی و بربادی نہ ہوتی جو اس وقت عراق کے ہاتھوں ہو رہی ہے۔ ہر طرح کی جنگی قوت حاصل کرنا ایران جیسی بڑی حکومت کے لئے بڑا

طاقت پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پھر بڑی طاقت بڑی طاقت میں تبدیل ہو جائے گی۔ ظاہر ہے یہ کھیل اتنا آسانی سے کھیلا ممکن نہیں ہے۔ دوسری طرف ایران جنگ کے دہانے میں ہوتے ہوئے بھی اس سیاسی [illegible] قوی ہو کر جنگی سے دور ہے۔ جب کہ تو وہ جنگ کے نازک موقع پر بھی زمین و لعین تو ہر طرف کی حالت ہے مثال کے طور پر ایک طرف تو ایران موت و حیات کی جنگ لڑ رہا ہے۔ دوسری طرف اس کی اقتصادی حیثیت رنگ ہوتی جا رہی ہے۔ بلکہ رنگ ہی اس کی بات آگئی ہے۔ مگر ان نازک حالات پر بحث کرنے کے بجائے مضمون ہو سکا ایرانی پارلیمنٹ پر لیڈروں کے مسند پر کوئی ایک پالیسی اپنانے میں ناکام ہو جاتی ہے۔ اور پھر جب جمہوریت بیدار ہو کے ایک نتیجہ تک پہونچتی ہے تو ان حیاد خود لیڈروں کے درمیان اختلاف باقی نہیں رہتا کہ دشمنی نے بہت پہلے مقرر کر دی تھی پھر جب تک فیصلہ لیا جاتا ہے اس وقت تک معاملہ بہت آگے بڑھ چکا تھا جیسا کہ ایسے دشمن سے ایک ہی ہوئے باوجود انتخابات میں شکست فاتح ہوتی حالانکہ ایرانی قیادت نے آخری بازی لگا دی تھی۔

جنگ کب ختم ہوگی۔ یہ تو بڑی طاقتوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ لیکن اس جنگ کے نتیجہ میں عرب دنیا میں تبدیلی کی زبردست ہوائیں چلنے لگی ہیں۔

ان میں پہلی تبدیلی تو یہ ہے کہ خلیج کی جو حکومتیں بڑی طاقتوں کی موجودگی کو اس علاقے میں پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہی اب ان طاقتوں کو دعوت دے رہی ہیں۔ اور اپنی حکومت بچانے کے لئے غیر ملکی فوجی طاقت کو بلانے پر تیار ہیں۔ اس طرح سے بڑی طاقتیں اس جنگ کے نتیجہ میں زبردست مراعات حاصل کر رہی ہیں جو ان کا مقصود ہیں۔ مثال کے طور پر عرب ملکوں نے جنگ سے پہلے فیصلہ کیا تھا کہ وہ پیٹرول کی پیداوار میں دس فیصد کمی کریں گے۔ مگر عراق و ایران کی جنگ سے جب بڑی طاقتوں کو پیٹرول کی سپلائی متاثر ہونے کا اندیشہ ہونے لگا کہ یہ طاقتیں جنگ

میں کود پڑیں گی۔ اور پھر خلیج ہی نہیں پوری دنیا کا امن تہہ و بالا ہو جائے گا۔ اور خود عرب ممالک بھی تباہی و بربادی سے نہ بچ سکیں گے۔ اسی بنا پر پیٹرول کی پیداوار میں اضافہ خود بخود نافذ کر دیا۔ مزید برآں قومی یکجہتی وحدت کی بھرپور کوشش کریں۔ کویت، سعودی عرب اور سلطنت عمان کی پالیسی اس کی غمازی کرتی ہے۔ دوسری طرف ایران و عراق کی جنگ سے شامی حکام و سنگاک و فلسطین کے بچے کو تنہا محسوس کرنے لگے۔ انہیں اندیشہ ہو گیا کہ اگر عراق جنگ میں غالب آ جاتا ہے تو پھر ان کی حفاظت ممکن نہیں۔ اس سے مجبور اس نے روس سے ایک غیر معمولی معاہدہ کر لیا اور عراق کے مقابلہ میں ایران کی مدد کا اعلان کر دیا۔ اس سے قطع نظر کہ امداد سے ایران کو کیا فائدہ ہوگا۔ خود شام کا وجود دوسرے

افغانستان میں تبدیلی ہو گیا ہے۔ اور اس وقت جو صورت حال افغانستان کی ہو گئی ہے۔ وہی بہت جلد شام کی ہو جانی ہے جسکی شامی اکثریت کی مخالفت سے نپٹنے کے لئے روسی فوجیں مداخلت کرکے تباہی و بربادی پھیلائے گا۔ اور اس کی بنیاد پر بنا کر ایک طرف ترکی کو گھیرے گا۔ دوسری طرف افغانستان کے بعد پاکستان اور خلیجی ممالک اس کے عصا میں آ جائیں گے۔ اس طرح روس کا پرانا خواب پورا ہو جائے گا۔ اس منصوبے میں بڑی مدد لیبیا کے مجنون کرنل قذافی سے حاصل ہو رہی ہے۔ بظاہر اس منصوبے کی تکمیل میں کوئی چیز مانع نہیں ہو رہی ہے۔ بجز امریکی جیش قدمی کے جو کی مصلحت اجازت دے۔ جہاں تک اسلامی ملکوں کو غلام بنانے کا تعلق ہے اسکے بارے میں تمام استعماری طاقتیں متفق ہیں۔ صرف اسلوب کا فرق ہے

غزل

تم اندھیروں میں اجالوں کے پیمبر بن جاؤ
جب شب تار ہو مثل مہ و اختر بن جاؤ
قطرہ قطرہ جو رہو گے تو جھلس جاؤ گے
زندہ رہنا ہے اگر تم کو تو سمندر بن جاؤ
جب تلک پاؤں میں قوت ہے چلو چلتے رہیں
اور تھک جاؤ تو پھر راہ کا پتھر بن جاؤ
پیچھے رہ کر تو مقلد ہی رہو گے لیکن
سب سے آگے جو نکل جاؤ تو رہبر بن جاؤ
وقت و حالات حقیقت میں تمہارے ہیں غلام
تم جو چاہو تو زمانے کا مقدر بن جاؤ
کوچہ کوچہ جو بھٹکتے ہو تو حاصل کیا ہے
بات تو جب ہے کہ تم خود ہی صنم بن جاؤ
اپنے اشعار میں جذبات سمو کر واحد
آج کے دور کے حساس سخنور ہو جاؤ